جناب واصل عثمانی

مولانا بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری علم وفضل کے منارہ تھے‘ ان کی وفات سے دنیائے علم وعمل بے نور ہو کر رہ گئی ہے۔ نیوٹاؤن کی مسجد پر ہی نہیں‘ بلکہ تمام عالم اسلام پر ان کی وفات سے غم کے بادل چھا گئے۔ وہ ایک منبع علوم ومعارف تھے۔ عجز وانکسار کا نمونہ، صبر وتحمل کی روح، خلوص کا مجسمہ، حسن خلق کی جیتی جاگتی تصویر، آداب وخلوص کا پیکر اب روپوش ہو چکا ہے‘ مگر اس کی تعلیمات‘ ارشادات اور شحات قلم سارے کے سارے اس کی زندگی کی تفسیر ہیں جو رخشندہ وتابندہ رہیں گے۔ مولانا موصوف کی تعلیمات ان کے بعد ان کے بے شمار طلباء کے ذریعے پھیلتی رہیں گی‘ مگر اس مبدأ علم وفضل کی سی بات اب کہاں؟

مولانا کے علم وفضل کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ علماء عجم ہی نہیں‘ بلکہ ادباء عرب اور بلاد اسلامیہ کے محدثین وفقہاء بھی ان کے علمی تبحر کی داد دیتے ہیں، مفتی اعظم فلسطین ہوں یا مصر کے علامہ جوہری‘ طنطاوی‘ محمد علی نقشبندی البخاری سب مولانا کی دقت نظر‘ وسعت مطالعہ اور علمی قابلیت کے دلدادہ وگرویدہ تھے......مولانا کی علمی حیثیت کا عالم شاید برسوں نہ پیدا ہوسکے‘ ان میں ذاتی جوہر تو تھا ہی‘ مگر اس پر سونے کا سہاگا یہ ہوا کہ امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی رہنمائی وسرپرستی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا اعزاز علی، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن اور مفتی محمد شفیع رحمہم اللہ کی شاگردی نے انہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا‘ ان کی ذاتی قابلیت اور علمی لیاقت مسلم، مگر ان بزرگوں کی رہنمائی اور رہبری سے مولانا میں علمی بصیرت کے نئے سوتے پھوٹ نکلے، ان کے قلم سے نکلا ہوا ایک ایک حرف علوم ومعارف سے لبریز اور حقائق واسرار الٰہی کا نقیب ہوگیا تھا۔ انہوں نے بزرگوں کی خدمت‘ علم سے سچی لگن اور مقصد حیات سے پر خلوص وابستگی کا وہ نمونہ پیش کیا کہ ان کے چھوٹے بڑے، ہم عصر یہاں تک کہ دشمن بھی معترف ہوگئے۔ کیوں نہ ہوتے۔ آوازۂ حق ہمیشہ بلند ہوکر رہتا ہے۔ یہ مولانائے موصوف کا علم وفضل اور خلوص ہی تھا کہ مولانا اشرف علی تھانوی جیسے بزرگ اور مردم شناس نے

جو بات مولانا سمجھاتے رہے وہ سمجھ میں نہ آئی۔ آخرکار بات وہی پیش آئی، اقتدار کا نشہ ختم ہوگیا۔ بساط لپٹ گئی، ظلم کی ٹہنی نہ پھلی اور کاغذ کی ناؤ نہ چلی، اسلامی نظریات کی کونسل تشکیل پائی، مولانا بنوری کو اس کا اہم رکن بنایا گیا، مغروروں کو اللہ تعالیٰ نے ذلت و رسوائی سے ہمکنار کیا۔ مولانا کامیاب و کامران رہے۔ فاسق و فاجر عمال حکومت اپنی سزا بھگت رہے ہیں اور خدا جانے اب ان کا کیا حشر ہو۔ دنیا میں جو رسوائی ہوئی وہ الگ، آخرت کی خبر خدا جانے۔

عاشقانِ رسول کا جب بھی تذکرہ ہوگا، اس میں مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی اسم گرامی جلی حروف سے لکھا جائے گا۔ جھوٹے نبی ہر دور میں منصۂ شہود پر آتے رہے، مگر اللہ تعالیٰ نے فرعونوں کے لئے موسیٰ کا بھی انتظام کیا ہے، پہلے ہندوستان اور پھر پاکستان میں قادیانیت کا فروغ ہوتا رہا، قادیان سے ربوہ۔ ربوہ سے اسلام آباد تک فضا مسموم ہوتی رہی۔ قادیانیت کی اس بڑھتی ہوئی خباثت پر مولانا کا دل کڑھتا اور کبھی ان کا دل و دماغ اس سلسلے میں اتنا متاثر ہوتا کہ وہ اس نہج پر سوچنے لگتے:

”دنیا بھر کے ستر کروڑ مسلمانوں کے ڈوب مرنے کی بات ہے کہ ان کا قبلہ اول تو یہودیوں کے قبضے میں ہے اور اللہ کا پیارا گھر قادیانی مرتدین کی یلغار کی زد میں ہے، رب کعبہ! تو بے نیاز ہے۔ ہمیں یہ روز بد بھی دیکھنا تھا کہ کعبہ کے پاسبانوں کے سامنے کعبے کی حرمت یوں لٹے گی، کون کہہ سکتا تھا کہ بیت المقدس پر موشے دایان اور حرم مقدس پر ظفر اللہ قادیانی مرتدیوں دندناتے پھریں گے اور پھر بھی عرب کے سادہ لوح ٹیلیویژن پر مرزا ناصر کے دورے کی فلمیں دیکھیں گے۔ کاش! عالم اسلام کے ستر کروڑ مسلمانوں کی غیرت نہ مرجاتی یہ خود مرجاتے تاکہ قیامت کے دن رب کعبہ کے سامنے روسیاہ نہ ہوتے۔“

۱۹۵۳ء میں قادیانی تحریک میں کتنی جانیں حضور اکرم ﷺ کی ناموس پر دیوانہ وار فدا ہوئیں، ۲۰ سال کی مسافت کے بعد فتنہ قادیان مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں کیفر کردار کو پہنچا۔ جمہور امت نے مولانا کی اس بے مثال قیادت پر انہیں صرف مبارک باد ہی نہ دی، بلکہ ان کی ضعیفی میں بھی شباب کی سی باتیں پاکر انہیں داد و تحسین کے نعروں کی گونج میں اپنے کاندھوں پر اٹھالیا، مگر ان کو اس مقبولیت اور شہرت سے زیادہ خوشی نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ یہ اپنا فریضہ تصور کرتے تھے، بلکہ مولوی محمد تقی عثمانی سے تحریک کے دوران سراپا عجز و انکسار سے یہ کہتے رہے کہ میں ذاتی شہرت سے بہت ڈرتا ہوں، کیونکہ اس سے اس عظیم تحریک کے مقصد کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہوسکتا ہے۔ مرزائیت ۱۹۷۴ء میں ختم ہوگئی، مار آستین کی صرف نشاندہی نہ ہوئی، بلکہ اس کا سر کچلا گیا اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد دونیاز مند سرخروئی سے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لئے کمربستہ ہوا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی تحریک کے دوران کبھی مولانا کا پاسپورٹ چرالیا گیا کہ مولانا حج و عمرہ کی

سعادت حاصل نہ کرسکیں، کبھی مقامی اخبار کے صفحہ اول پر اشتہار کئی دنوں تک چھپتا رہا کہ مولانا ہندوستانی ایجنٹ ہیں، انگریزوں کے نمک خوار ہیں اور محبِّ وطن پاکستانی نہیں ہیں، مگر حق حق ہوکر رہا۔ اور باطل قوتیں شکست خوردہ ہوکر ذلیل ورسوا ہوئیں، مولانا نے کئی حج اور عمرے ادا کئے اور ۹ بار مسجد نبوی میں معتکف ہوئے۔ مسجد نبوی اور رمضان کا مہینہ کسے نصیب۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں فرشتے پرے باندھے ہمہ وقت کھڑے رہتے ہیں۔ رحمت کا مسلسل نزول ہوتا ہے، کیفیات کا عجیب عالم ہوتا ہے، اس جگہ پر مولانا کا اعتکاف اور عبادت میں مشغول رہنا ہی ان کی مقبولیت کی بین دلیل ہے۔ وہ اپنے آقا حضور اکرم ﷺ کے سامنے سرخرو ہوکر جانا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تمنا پوری کی اور مخالفین ذلت ورسوائی کے داغ لئے پھرتے ہیں۔

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں۔

> ''حکومت وسلطنت اگر مسلمانوں کے زیر اقتدار آئے تو ان کا طرز عمل کیا ہوگا؟ اور وہ اپنا فرض منصبی سمجھتے ہوئے کن چیزوں کو بروئے کار لائیں گے؟ اس سلسلے میں قرآن حکیم نے چار باتوں کا ذکر کیا ہے:
>
> ۱- اقامۃ الصلوٰۃ (نماز کی پابندی)
>
> ۲- ایتاء الزکوٰۃ (نظام زکوٰۃ کا قائم کرنا)
>
> ۳- امر بالمعروف (نیک کاموں کا حکم کرنا)
>
> ۴- نہی عن المنکر (برے کاموں سے منع کرنا)
>
> (بصائر وعبر، ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ)